تصویر وطن

محمد عطاء اللہ صدیقی

تباہی میں ترقی کے خواب

ممکن ہے بعض 'حقیقت پسند' دانشور اس تصور سے اتفاق نہ کریں کہ عظیم تباہی بھی کسی قوم کی ترقی یا روشن مستقبل کا پیش خیمہ ہوسکتی ہے۔ پاکستان میں انسانی تاریخ کے سب سے بڑے سیلاب کی ہولناکی اور تباہ کاری کا مشاہدہ کرنے کے بعد اگر کوئی یہ خواب دیکھتا ہے کہ یہ تباہی خوش حالی کے نتائج بھی سامنے لاسکتی ہے تو اسے 'غیر متوازن رجائیت پسندی' اور بہت حد تک 'دیوانہ وار رومانویت' کا نام دینے والے اصحاب بھی کم نہیں ہیں۔

ہمارے ہاں اس وقت مایوسی اور بے دلی کی فضا نے پوری قوم کے اَعصاب کو متاثر کیا ہوا ہے۔ اسی لیے اس طرح کے بیانات بھی اَخبارات میں پڑھنے کو ملتے ہیں کہ سیلاب نے پاکستان کو پچاس سال پیچھے دھکیل دیا ہے۔اگر وسیع پیمانے پر معاشی تباہی اور بربادی کے مناظر کو ذہن میں رکھا جائے تو ان بیانات کی معنویت بھی سمجھ میں آتی ہے۔

مگر یہ فکر ونظر کا صرف ایک رخ ہے۔فکر وتدبر کے قافلۂ سخت جان کے کچھ راہی ایسے بھی ہیں جن کی نگاہیں مستقبل کے امکانات کو دیکھنے میں مصروف ہیں۔ وہ اس انسانی تباہی پر دل گرفتہ تو ہیں،مگر مایوس نہیں ہیں۔ان کی سوچ کا انداز ایک ذہین اور پراعتماد سرجن کا سا ہوتا ہے جو ایک حادثے میں شدید زخمی اور مسخ شدہ اعضا کے حامل مریض کو بھی مستقبل قریب میں ایک چلتے پھرتے انسان کے روپ میں دیکھنے کی بصیرت رکھتا ہے۔ وہ اس تباہی کو ایک ناگزیر حقیقت سمجھتے ہوئے بھی مستقبل میں ترقی کے دریچوں کو کھلتے ہوئے دیکھنے کا 'وِژن' رکھتے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں، کیا بعید ہے کہ ہماری قوم اس تباہی کے بعد جمود کو توڑ کر حرکت و جدوجہد کے ایسے راستوں پر گامزن ہوجائے جو اس کی موجودہ تباہی کے مناظر مٹا کر اَرضِ پاک پر خوش حالی کے چمن آباد کردے۔

www.KitaboSunnat.com

مظفرگڑھ میں سیلاب زدگان کے درمیان ایک ہفتہ سے زیادہ قیام کے دوران راقم الحروف کے ذہن میں بار بار یہ سوال پیدا ہوتا رہا کہ کیا ہم اس ہولناک تباہی کو ترقی کے مواقع میں تبدیل کر سکتے ہیں؟ کیا ایسا خیال کرنا محض ایک دیوانے کا خواب ہے یا یہ ممکن العمل ہے؟ یہ سوال اتنا آسان نہیں کہ جس کا آسانی سے جواب دیا جاسکے۔ انسان کو بار بار قنوطیت اور رجائیت کے درمیان سرگرداں رہنا پڑتا ہے۔ بالآخر ایک دن تونسہ پنجند کینال کے تباہ کن شگاف کا نظارہ کرتے ہوئے راقم الحروف کو اضطراری کیفیت میں انشراحِ صدر ہوا کہ ایسا نہ صرف ممکن ہے بلکہ انتہائی ضروری ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ انسان بارہا تباہی و ہلاکت سے دوچار ہونے کے بعد تہذیب و ترقی کے منازل طے کرنے کے قابل ہوگیا۔ اس کو آپ حسنِ اتفاق کہیے یا تائیدِ ایزدی کہ اُسی شب مشہور یورپی مؤرخ ہنگٹن (Hutington) کی درج ذیل سطور راقم کی نگاہ سے گزریں جس میں اُس نے یورپ کی نشاۃِ ثانیہ (Rennaissance) کی نہایت دلچسپ توجیہ پیش کی ہے، وہ لکھتا ہے:

> ''چودہویں صدی عیسوی میں کیلی فورنیا سے یورپ تک برق و باراں کے جو شدید طوفان آئے، ان کے باعث یورپی انسان اچانک ذہنی طور پر فعال ہوگیا اور ایک ایسی نئی قوت سے لیس ہوکر، جو اس کے باطن کی پیداوار تھی، تخلیقی سطح پر سانس لینے لگا۔ تاریخ دانوں کے لیے یہ مسئلہ ہمیشہ لاینحل رہا ہے کہ [مغرب میں] نشاۃِ ثانیہ کا دور یوں اچانک کس طرح نمودار ہوگیا، لیکن اس دور کی آمد کو برق و باراں کے طوفان سے منسلک کرکے دیکھا جائے تو شاید اس سے گم شدہ کڑی کا سراغ مل جائے۔'' (Mainsprings of Civilization p.612)

یہ اقتباس ڈاکٹر وزیر علی آغا، جن کا چند ہفتے قبل انتقال ہوا ہے، نے اپنی فکر انگیز کتاب 'تخلیقِ عمل' میں درج کیا ہے۔ وہ ہنگٹن کی اس رائے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''بایں ہمہ نشاۃ ثانیہ کے دور کو محض برق و باراں کے طوفانوں کا نتیجہ قرار نہیں دیا جاسکتا، گو ان کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔''

یورپ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ہزار سالہ 'تاریک عہد' سے گزر کر یہ 'نشاۃِ ثانیہ' کے دور میں داخل ہوا۔ اس ارتقا کے پس پشت بلا شبہ متعدد اَسباب وعوامل کار فرما ہوں گے، مگر ایک مایہ ناز یورپی مؤرخ کے قلم سے برق وباراں کے شدید طوفانوں کو اس تاریخی تبدیلی کا ایک اہم محرک

قرار دینا بھی توجہ کے لائق ہے۔ راقم الحروف چونکہ خود اسی سیلاب زدہ ماحول میں موجود اور انہی خطوط پر سوچ رہا تھا، لہٰذا ان سطور کے پڑھنے کے بعد اُسے نہ صرف بے پایاں مسرت حاصل ہوئی بلکہ ایک تاریخی شہادت بھی مل گئی کہ برق و باراں کے طوفان یورپ میں ایک نئی زندگی کا پیش خیمہ ہوسکتے ہیں تو اکیسویں صدی میں پاکستانی قوم اس تباہی کو ترقی کے مواقع میں کیوں تبدیل نہیں کرسکتی؟

یہ بات قابل ذکر ہے کہ جنوبی پنجاب اور سندھ کے جن علاقوں میں سیلاب نے تباہی پھیلائی ہے، وہ تہذیبی اور معاشی اعتبار سے دیگر علاقوں کی نسبت پسماندہ ہیں۔ راقم الحروف کو سیلاب زدگان کی حالت دیکھ کر جن صدمات سے گزرنا پڑا، ان میں سے ایک صدمہ یہ بھی ہے کہ اُسے بار بار احساس ہوتا تھا گویا کہ وہ روانڈا جیسے کسی افریقی ملک کے تباہ حال باشندوں کے درمیان پھر رہا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ لاہور اور اسلام آباد میں رہنے والے لاکھوں پاکستانیوں کو پہلی دفعہ میڈیا میں دیکھ کر یہ احساس ہوا ہے کہ ان کے کروڑوں اہل وطن غربت، جہالت اور پسماندگی کی کن حالتوں میں زندہ رہنے پر مجبور ہیں۔

مظفرگڑھ کا تقریباً ۷۰ فیصد علاقہ زیر آب رہا ہے۔ ان میں سے ایک علاقہ کا نام موضع لوہانچ ہے۔ یہ مظفرگڑھ سے شمال کی جانب تقریباً ۲۵ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہ موضع دریائے چناب کے درمیان ایک جزیرے کی حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ یہاں یہ دریا دو شاخوں میں تقسیم ہوکر بہتا ہے۔ دریا کے پار مشرقی جانب محض چند کلومیٹر کے فاصلے پر ملتان شہر واقع ہے۔ مغرب کے جانب بستی لنگر سرائے ہے جہاں تعلیم اور صحت کی سہولیات میسر ہیں۔ مگر موضع لوہانچ کے لوگ ثقافتی اعتبار سے ابھی تک 'دریائی مخلوق' کا درجہ رکھتے ہیں۔ معمولی درجہ کی کاشتکاری ان کا واحد ذریعہ آمدنی ہے۔ حیرت ہے یہ لوگ اسی جزیرے تک محدود ہیں۔ سیلاب کی وجہ سے پہلی دفعہ ان کو نقل مکانی کرنی پڑی۔ ان کا لباس اور معاشرت دیکھ کر لگتا ہے گویا ہزار سال پہلے کے لوگ ہیں۔ اُنہیں دیکھ کر امریکہ کے ریڈ انڈین یاد آتے ہیں۔ نجانے موضع لوہانچ کی طرح کے کتنے علاقے ہیں جو ہماری نگاہوں سے اب تک اوجھل رہے ہیں۔ بڑے شہروں کی چکاچوند تہذیب نے ہماری قومی بصارت کو شاید چندھیا کر رکھ دیا ہے کہ ہم اپنے وطن کے 'ریڈ انڈین' کو ابھی تک نہیں دیکھ سکے ہیں۔ اب سیلاب نے اُنہیں اپنے کچے

www.KitaboSunnat.com

برباد گھروں سے نکلنے پر مجبور کیا ہے تو ہمیں کچھ اندازہ ہوا ہے کہ پاکستان میں اس طرح کے لوگ بھی بستے ہیں۔ شاید یہ آگاہی بھی غنیمت ثابت ہو۔ راقم الحروف نے دوستوں کے ساتھ مل کر موضع لوہانچ میں اصلاحِ احوال کی ذمہ داری اُٹھانے کا فیصلہ کیا۔ ان شاء اللہ اس جزیرے میں بھی علم کی روشنی پھیلے گی اور تہذیب کی ہوائیں چلیں گی۔

ہم سیلاب کے نتیجے میں رونما ہونے والی تباہی کو ترقی کے 'سنہرے موقع' کے طور پر استعمال کیسے کرسکتے ہیں؟ یا دوسرا سوال یوں اُٹھایا جاسکتا ہے کہ سینکڑوں سال سے پسماندگی کا شکار یہ لوگ ترقی کے خواب کیونکر دیکھ سکتے ہیں؟ ہمارا خیال ہے کہ 'معاشی جبر' اور 'تہذیبی جبر' بذاتِ خود قوموں میں تبدیلی کے عمل کو مہمیز دیتے ہیں۔ انسان میں زندہ رہنے کی جبلت بہت قوی ہے۔ لہٰذا معاشی ضروریات کی تکمیل اُسے جدوجہد پر اُکساتی ہے۔ وہ لوگ جو کچے گھروں میں رہ کر محض دو وقت کی نان جویں پر توکل کئے ہوئے تھے، اب اُنہیں زندہ رہنے اور سر چھپانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے پڑیں گے۔ سیلاب زدہ علاقوں کے متاثرین کراچی اور لاہور جیسے شہروں کا رخ کریں گے۔ مستقبل قریب میں دیہاتوں سے شہروں کی طرف نقل مکانی کا عمل تیزی سے بڑھے گا۔ محنت سستی ہونے کی وجہ سے نئی صنعتیں وجود میں آئیں گی۔ حکومت کو ملکی اور غیر ملکی سرمائے سے لاکھوں مکانات تعمیر کرنے پڑیں گے۔ لاکھوں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو کچے گھروں میں رہتے تھے، اب پکے گھروں میں رہنا شروع کریں گے۔ سیلاب زدہ علاقوں میں ملکی اور غیر ملکی اداروں کی متواتر مداخلت اور آمدورفت سے پسماندہ لوگوں میں ترقی کرنے کی خواہش جنم لے گی۔ اس ارتباط سے تہذیبی تبدیلی رونما ہوگی۔

اگر تعلیم اور صحت کی بہتر سہولتیں فراہم کردی جائیں تو ان علاقوں میں ذہنی تبدیلی ناگزیر ہو جائے گی۔ مکانات، سڑکیں، پل وغیرہ کی تعمیر کے لیے افرادی قوت کی ضرورت پڑے گی جو ان علاقوں کے غریب خاندانوں کے روزگار کا باعث بنے گی۔ اس بات کا اِمکان ہے کہ بہت سے خاندانوں کو مناسب سرمایہ مل جائے گا جس سے وہ چھوٹا موٹا کاروبار شروع کرسکیں گے۔ معاشی ترقی کے لیے دل کھول کر مسلمان بھائیوں کی امداد بہت ضروری ہے۔

ڈویلپمنٹ ایڈمنسٹریشن کے ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ ایک غریب اس وقت تک غریب ہی رہے گا جب تک کہ اُسے اضافی سرمایہ یا اضافی مواقع فراہم نہیں کردیئے جاتے۔ مستقبل کی حکومتیں ان علاقوں کی ترقی کو نظر انداز نہیں کرسکیں گی۔ ذرائع ابلاغ بھی ان پسماندہ علاقوں کے عوام میں آگاہی اور شعور پیدا کرنے میں اپنا کردار ادا کریں گے، ان کے مسائل کو

www.KitaboSunnat.com

اُجاگر کرتے رہیں گے جس سے حکومتوں پر مسلسل دباؤ رہے گا کہ وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کریں، جگہ جگہ ماڈل ویلیج بن جائیں گے جو قرب و جوار کی معاشرت پر مثبت طور پر اثر انداز ہوں گے۔ دریاؤں کے کنارے آبادیاں بسانے کی حوصلہ شکنی ہوگی۔ کچے کے علاقوں سے لوگ نقل مکانی کر جائیں گے۔

مستقبل قریب میں پاکستان میں ترقیاتی منصوبہ بندی کے خدوخال بدل جائیں گے۔ سیلاب کی تباہی سے محفوظ رہنے کے لیے منصوبے بنانا ناگزیر ہوجائے گا۔ عین ممکن ہے کہ کالا باغ ڈیم کی تعمیر کی مخالفت کرنے والے خاموش ہوجائیں۔ جنوبی پنجاب، سندھ و بلوچستان کے سیلاب زدہ علاقوں میں کالا باغ ڈیم کی تعمیر کے لیے تحریکیں چلنے کا قوی امکان ہے۔ عوام کے غیظ وغضب کے سامنے کالا باغ ڈیم پر ہونے والی سیاست اپنی موت آپ مرجائے گی۔ یہاں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ پاکستان میں سیلاب کی اتنی بڑی تباہی صرف تین لاکھ کیوسک اِضافی پانی کا بندوبست نہ کرسکنے کی وجہ سے رونما ہوئی ہے جبکہ صرف کالا باغ ڈیم میں گیارہ لاکھ کیوسک پانی کو ذخیرہ کرنے کی گنجائش ہوگی۔ اگر اس سیلاب کی تباہی سے عبرت حاصل کرکے ہم کالا باغ ڈیم کی تعمیر کا آغاز کردیتے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ اس تباہی کو 'سنہری موقع' میں بدلنے کی یہ ایک اہم صورت ہوسکتی ہے۔

علامہ اقبالؒ جب اسپین گئے تو اُنہوں نے اُندلس کے سب سے بڑے دریا وادي الکبیر کے کنارے اُسے مخاطب کرتے ہوئے اُمت ِمسلمہ کی ترقی کا خواب دیکھا تھا۔ اُنہوں نے فرمایا تھا:

اے آبِ روان کبیر!
تیرے کنارے کوئی
دیکھ رہا ہے کسی اور زمانے کا خواب

تونسہ پنجند کینال کے کنارے کھڑے ہوکر راقم الحروف نے سیلاب کی ہولناک تباہیوں کے بعد پاکستانی عوام کی ترقی کا جو خواب دیکھا، اُسے ان سطور میں بیان کرنے کی کاوش کی ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے ان خوابوں کو حقیقت میں بدلنے کی توفیق اَرزاں فرمائے۔ اور ہمیں لگنے والا یہ سنگین دھچکا ہمیں اللہ کی طرف لوٹانے کا سبب بن جائے۔ آمین!

www.KitaboSunnat.com